ڈاکٹر محمد ممتاز خان
لیکچرار شعبہ سرائیکی، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور
ڈاکٹر عنایت حسین لغاری
چیئر مین شعبہ سندھی، وفاقی اُردو یونیورسٹی کراچی سندھ

سرائیکی منظوم قصہ مصری: ایک مطالعہ

The Study of Sariki Folktale "Qisa Missi Bai"

Abstract

A splended tradition of poetic folk tales is found in Siraiki language. Folk tale is such a genre of literature in which subjective variety is found. The religious, romantic, moral and social, epic and personal characterization tradition is found in this language. "Qissa Missri Bai" is purely local folk tale. In this folktale, both romantic and epic elements have been found in it. Another folk tale "Bai" has similarity with it which is written in Sindhi and Punjabi Languages. Both folk tales have different plot construction. The well known Qissa of Missri in Siraiki is compose by Syed Akbar Shah. This article represents the historic and critical background and analysis of this folk tale.

سرائیکی وادی سندھ کی ایک قدیم زبان ہے جس میں مختلف اصناف ادب کی ایک شاندار روایت موجود ہے۔ان اصنافِ سخن میں قصے ایک خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ قصہ ادب کی ایک ایسی صنف ہے جس میں موضوعاتی تنوع پایا جاتا ہے ۔ سرائیکی زبان میں مذہبی، رومانوی، اخلاقی ، معاشرتی ، رزمیہ اور شخصی سیرتی موضوعات پر مشتمل قصوں کی ایک مضبوط روایت موجود ملتی ہے۔ سرائیکی منظوم قصہ مصری کو عشقیہ قصوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ جس میں رزمیہ عناصر بھی موجود ہیں۔ یہ خالصتاً مقامی قصہ ہے جس کا تعلق پنجاب کی دھرتی سے ہے۔ قصہ مصری بائی مختلف ناموں سے لکھا جاتا رہا ہے جن میں قصہ بائی (قادر بخش) قصہ بائی و خان امیر (منتھو مل زرگر) مصری بائی (احمد یار)، قصہ مصری بائی (غلام حیدر شاہ)، قصہ مصری (سید اکبر شاہ) وغیرہ کے قصے شامل ہیں۔ مذکورہ قصوں میں اول الذکر دو قصوں کی کہانی

کا پلاٹ دوسرے قصہ کاروں سے یکسر مختلف ہے۔ قادر بخش اور منتھومل زر گر کے قصوں کی کہانی بنیادی طور پر بھونگ بھٹو شہر کے نصیر خان کی بیٹی بائی اور خیر و خان بلوچ کے بیٹے امیر خان کی عشقیہ داستان پر مشتمل ہے۔ یہ قصہ پنجاب اور سندھی دونوں زبانوں میں منظوم کیا گیا لیکن سندھ میں اس قصہ کو جتنی مقبولیت نصیب ہوئی وہ پنجاب میں نہیں ملی۔ پنجاب زبان میں اس قصے کو سیال کوٹ سے تعلق رکھنے والے کرم بخش نام کے شاعر نے قمرو نامی شخص سے سنا جو خود کو اس قصے کا آئینی شاہد بتاتا ہے۔ اس کہانی کا تعلق سر زمین سندھ اور بلوچستان سے ہے۔ واقعات کے مطابق قصے کی ہیروئن بائی امیر خان کو خواب میں دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو جاتی ہے اور بن دیکھے شادی رچا لیتی ہے۔ اس موڑ پر کہانی کے واقعات کی مشابہت قصہ یوسف زلیخا سے جا ملتی ہے۔ مثنوی کی ہیت میں بیان ہوئے قادر بخش کے پنجابی قصے ''بائی'' میں بائی کا سراپہ ملاحظہ کریں۔

نازک نرم گلاب سوسن تھیں پختہ بدن عقیقی
صورت مثل پری آہی یا اوہ حور حقیقی(۱)

ڈاکٹر ظفر مقبول کے مطابق:

> ''ایک قصہ بائی و خان امیر، کے نام سے امیر منتھومل زر گر نے بھی لکھا جو پسرور سے ۱۸۹۰ء میں شائع ہوا۔ قادر بخش کے قصہ کی زبان سادہ اور اسلوب دلکش جبکہ منتھول کا قصہ ان خوبیوں سے محروم نظر آتا ہے۔ اس قصہ کو سندھ میں جو مقبولیت نصیب ہوئی وہ پنجاب میں میسر نہیں آئی۔'' (۲)

قادر بخش اور منتھومل کے قصے پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہیں۔ قصہ مصری بائی اور مصری کی کہانی قصہ '' بائی'' سے یکسر مختلف ہے۔ قصے میں بیان ہوئے واقعات کے مطابق اس کا عہد ہندوستان میں مغل بادشاہ اکبر اعظم کا بنتا ہے۔ پنجابی قصہ کاروں کے قصوں میں بیان ہوئے واقعات کے مطابق ایک جنگ میں بائی نامی دوشیزہ مال غنیمت کے طور پر بادشاہ کو ملتی ہے۔ جس پر اکبر اعظم کا وزیر صید خان دل ہار بیٹھتا ہے۔ صید خان کا مصری نامی غلام بہادری کے ایک مقابلے میں بائی کو انعام کے طور پر جیت کر صید خان کے حوالے کر دیتا ہے۔ صید خان کے کہیں چلے جانے پر بائی مصری نامی غلام کے آگے اظہار عشق کرتی ہے مگر مصری کے انکار پر وہ اس پر بد چلنی کا جھوٹا الزام لگا کر اسے صید خان کے ہاتھوں مروا دیتی ہے اور خود بھی زہر پی کر ہمیشہ کی نیند سو جاتی ہے۔ مگر سرائیکی قصہ کاروں اکبر شاہ اور غلام حیدر شاہ قریشی کے قصوں میں بیان ہوئے واقعات میں فرق یہ ہے کہ پنجابی قصہ کاروں کے ہاں قصہ کے ہیروئن ''بائی'' مصری خان پر بد چلنی کا جھوٹا الزام لگا کر اُسے مروا دیتی ہے لیکن سرائیکی قصہ کاروں

کے ہاں ''بائی'' مرتے دم تک مصری خان کو چاہتی ہے اور صید خان کے سو حربوں کے باوجود بھی اُسے اپنے قریب نہیں آنے دیتی۔ اسی حسد اور انتقام کی آگ میں جلتا صید خان اپنے منہ بولے ناز و ادا سے پالے ایک بہادر اور جنگجو بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے۔

ڈاکٹر ظفر مقبول کے مطابق: ''یہ قصہ وار کی شکل میں بھی ملتا ہے اور اس کی بحر دوہے والی ہے۔ لیکن ابھی تک یہ غیر مطبوعہ حالت میں ہے۔ انیسویں صدی سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ انیسویں صدی میں احمد یار نے اس قصے کو پنجابی میں نظم کیا۔ (۳) ڈاکٹر نصر اللہ خان ناصر کی تحقیق کے مطابق: ''سرائیکی زبان میں مصری بائی کا واحد قصہ سید اکبر شاہ نے لکھا'' (۴)

سرائیکی زبان میں سید اکبر شاہ کے علاوہ غلام حیدر شاہ قریشی کا لکھا قصہ مصری بائی پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ ڈاکٹر شہباز ملک کے مطابق ''غلام حیدر قریشی کا تعلق بیسویں صدی سے ہے۔ اس کے مقام اور علاقہ کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا''۔(۵)

ڈاکٹر شہباز ملک کے علاوہ غلام حیدر شاہ قریشی کا ذکر سیٹھ عبیدالرحمن نے اپنی کتاب ''سرائیکی کتابیں'' میں سرائیکی قصوں کی فہرست میں قصہ '' لکڑہارا اتے شمس بادشاہ و گل جان بیگم'' کے مصنف کے طور پر درج کیا ہے۔ راقم کی تحقیق کے مطابق غلام حیدر شاہ قریشی کا تعلق ملتان سے تھا۔ ان کا سوالی جوابی دوہڑہ پر مشتمل قصہ خالصتاً سرائیکی زبان میں ہے۔ نمونہ ملاحظہ کریں:

دوہڑہ شہزاد اماں:

اے مصری توں ہوندا پیٹ دا جایا نہ ایویں کریں ہا جانی
صید خان تھی قید گیا، ہانویں پتراں وانگوں نشانی
لوکاں دے لیکھے مرد بہادر، اساں نیہ ڈٹھی تیڈی جوانی
حیدر شاہ کر ایویں اج، نہ تاں کھسی دل ارمانی

دوہڑہ مصری خان:

رنج نہ تھیویں اماں بی بی سݨ گاہل میں نوکر دی
اَج دا روز معاف کریں کل کریساں تیاری سفر دی
قسم خدا دی اماں بی بی ونج قید چھڑ ویساں پدر دی
حیدر شاہ ونج قید چھڑویساں میکوں قسم رب دی (۶)

ڈاکٹر ظفر مقبول نے اپنے مقالے میں ایک ملتانی شاعر سائیں مخدوم رشید حقانی کے قصہ مصری نظم کرنے کے بارے میں معلومات درج کی ہیں۔(۷) انہوں نے ڈاکٹر شہباز ملک کی پنجابی کتابیات کے

حوالہ نمبر ۴۹۲ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ قصہ شمس الدین ۱۹۱۰ء نے بھی نظم کیا۔ لیکن پنجابی کتابیات کے حوالہ نمبر ۴۹۲ پر سرائیکی شاعر سید اکبر شاہ کے لکھے قصہ مصری کا حوالہ درج ہے۔(۸) حافظ شمس الدین ملتان کے معروف تاجر کتب ہو گزرے ہیں ان کا زمانہ انیسویں بیسویں صدی عیسوی کا بنتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے قصہ مصری تحریر کیا ہو لیکن اب یہ قصہ نایاب ہے۔ البتہ حافظ شمس الدین، منور الدین تاجران کتب بوہڑ گیٹ ملتان والوں نے یونین پریس ملتان سے ریاست بہاول پور سے تعلق رکھنے والے معروف سرائیکی شاعر سید اکبر شاہ کے قصے کو شائع کروایا۔ جس پر سن تصنیف درج نہیں ہے۔ مخدوم رشید حقانی سرائیکی وسیب کے قدیم شہر ملتان کی معروف روحانی اور علمی ادبی شخصیت ہو گزری ہیں۔ مخدوم خورشید احمد ہاشمی کے مطابق:

''سلطان العارفین حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی کی پیدائش کوٹ کروڑ لعل عیسن میں ۵۶۹ھ بمطابق ۱۱۲۷ء کو ہوئی۔ آپ کے والد حضرت مخدوم احمد غوث قادری ایک بلند پایہ عالم دین اور ولی اللہ تھے۔ آپ رشتے میں حضرت بہاوالحق ملتانیؒ کے چچازاد تھے۔'' (۹)

مخدوم رشید کے مذکورہ بیان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا زمانہ چھٹی ساتویں صدی ہجری یعنی بارہویں، تیرہویں صدی عیسوی کا بنتا ہے جبکہ قصوں میں مذکور واقعات کے مطابق یہ واقعہ سولہویں صدی عیسیوں میں رونما ہوا۔ دونوں سنین میں تقریباً پانچ سے چھ سو سال کا زمانی فاصلہ موجود ہے۔ البتہ ہو سکتا ہے اس خانوادے میں اسی نام کے کسی اور شاعر نے شاید اس قصے کو منظوم کیا ہو۔ لیکن راقم کو باوجود کوشش اس نام کے کسی شاعر کے بارے میں معلومات نہیں مل سکیں۔

سرائیکی زبان میں سید اکبر شاہ (م۔ ۱۸۵۸ء / ۱۲۷۵ھ) (۱۰) نے اپنا قصہ مصری بائی ۱۲۳۷ ہجری میں مکمل کیا۔ وہ قصہ کے اختتام پر سن تصنیف کے بارے میں معلومات درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

باراں سو سینتری ہجروں ہوئی قلم
دین محمد دی گوٹھ وچ ہویا قصہ ختم (۱۱)

سید اکبر شاہ کے قصہ مصری کو وسیب میں بہت مقبولیت نصیب ہوئی اور اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔ حافظ شمس الدین کے علاوہ اس کا ایک ایڈیشن ملک ہیرا تاجر کتب لاہور نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔ اسی طرح اس کا ایک نسخہ مولوی خدا یار و نور احمد تاجران کتب نے مطبع مصطفائی لاہور سے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۴ء میں ۱۰۵۰ کی تعداد میں شائع کروایا۔ سید اکبر شاہ کے قصہ مصری کا ایک ایڈیشن حاجی محمد عبدالسبحان سوداگر بہاول پوری نے آریہ سٹیم پریس لاہور سے ۱۳۲۹ھ میں شائع کروایا۔

سید اکبر شاہ کا قصہ مصری کل ۹۱ بندوں پر مشتمل ہے۔ قصہ کو بُنت اور ساخت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو اس کی ہیت کا تعین کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کہیں کہیں محسوس ہوتا ہے کہ یہ قصہ مثنوی کی ہیت میں ہے کہیں قصے کے اشعار مربع شکل میں ہیں تو کہیں مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع اور معشر صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ کہیں مسلسل ایک ہی ردیف قافیہ میں کئی کئی اشعار ملتے ہیں اسی لیے اس قصے کو مسمّط ہیت کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس میں مسمّط کی تمام اقسام کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اور یہ قصہ نگار کی شاعری پر قدرت کی علامت ہے۔ شاعر نے ہر بند کے آخری مصرعے میں اپنا تخلص اکبر شاہ استعمال کیا ہے۔ قصے کی ابتدا رب ذوالجلال کی حمد اور محمد عربی کی نعت سے ہوتی ہے۔

اول احمد اللہ نوں خلقیں ڈوہیں جہان
بعد درود رسولؐ تے لتھا جیں فرقان
(مصری اکبر شاہ: ص ۱)

قصے کا ہیرو مصری خان دراصل بہری خان اعوان کی چار بیویوں میں سے ایک کا بیٹا ہے جو سوتیلی ماؤں کے خوف سے بچپن میں ہی گھر چھوڑ کر راولپنڈی کے بازار میں سڑک پر جا بیٹھتا ہے جہاں سے صید خان گکھڑ کا گزر ہوتا ہے۔ یہ خوبصورت معصوم اکیلے بچے کو اپنی کفالت میں لے کر بیٹا بنا کر پالتا ہے۔ مصری خان بچپن میں ہی گھوڑ سواری اور نشانہ بازی میں مہارت حاصل کر لیتا ہے اور جوان ہو کر دھاڑے مارنا شروع کر دیتا ہے۔ اکبر شاہ کے قصے میں مصری خان کا کردار ایک بہادر اور جنگجو جوان کے روپ میں سامنے آتا ہے۔ جب صید خان کو قید سے چھڑوانے کی خاطر بادشاہ نے اس پر مشکل نشانہ لگانے کی شرط باندھی تو اس نے بھرے دربار میں سر کی بازی لگا کر نہ صرف بادشاہ بلکہ اس کی خوبرو لونڈی ''بائی'' کا بھی دل جیت لیا۔

شاہ فرمایا مصری گھوڑا پھیر میدان
صورت ویکھ ملوک دی بائی ہوئی نہال

سورے پیر اُستاد نوں چھکے تیر کمان
بائی نوں تیر عشق ماریا نشانے دے نال
(مصری اکبر شاہ: ص ۱۰)

سید عابد علی عابدؔ کے مطابق ''مثنوی میں ناول کی طرح دونوں قسم کے کردار ہوتے ہیں وہ بھی جو سنگ بستہ اور جامد رہتے ہیں اور وہ بھی جو بقاضائے وقت بدلتے رہتے ہیں۔'' (۱۲) قصوں کے جامد اور

متحرک کرداروں پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر سہیل بخاری لکھتے ہیں۔

''کردار دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو اول سے آخر تک ایک ہی حالت پر قائم رہتے ہیں اور زمانے کے نشیب و فراز سے گزرنے کے بعد بھی ان میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ ایسے بالچک کرداروں کو جامد کہتے ہیں۔ دوسری قسم کے کردار ارتقائی کہلاتے ہیں یہ اپنے عمل کے نتائج سے متاثر ہوتے ہیں اور سوچ سمجھ کر اپنے طریقے کار میں ترمیم کر لیتے ہیں۔''(۱۳)

اکبر شاہ نے قصے کے ہیرو مصری کے کردار کو ایک جامد کردار کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ زمانے کے نشیب و فراز اس کے کردار میں کسی طرح کی تبدیلی کا باعث بنتے نظر نہیں آتے۔ ایک طرف تو وہ بہادر اور جنگجو انسان کے روپ میں سامنے آکر لوٹ مار کرتا ہے جس کی شکایت بادشاہ تک جا پہنچتی ہے اور بادشاہ کے تمام اقدمات کے باوجود بھی وہ کسی خوف کو خاطر میں لائے بغیر اپنی روش پر قائم رہتا ہے۔ دوسری طرف مصری خان کا کردار ایک فرمانبردار اور وفا شعار بیٹے کے روپ میں سامنے آتا ہے۔

چاہے صید خان اُس کی محبوبہ ''بائی'' کو اس کے خلاف کرنے کی خاطر کئی ناجائز ہتھ گنڈے استعمال کرتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ بائی کو پانے کی خاطر اسے کوٹ کلور کی جنگ پر روانہ کر کے بائی کا دل جیتنے کی خاطر کئی چالیں چلتا ہے۔ اور وہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ناکامی پر مصری خان کو بتائے بغیر ''بائی'' کو قصور کے پٹھانوں کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ اس کے باوجود بھی مصری خان صید خان کے آگے سر نہیں اٹھاتا اور کسی طرح کی مزاحمت سے باز رہتا ہے یہاں تک کہ وہ صید خان کی انا کی بھینٹ چڑھ کر زندگی کی بازی ہار جاتا ہے۔

قصے میں مصری خان کے منہ بولے باپ صید خان کا کردار ایک ارتقائی کردار کے روپ میں سامنے آتا ہے قصہ نگار نے شروع میں اُسے ایک بہادر اور رحمدل انسان کے طور پر پیش کیا ہے جو ایک بے سہارا بچے کی باپ کی طرح پرورش کرنے میں کسی طرح کی کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھتا۔ لیکن بائی کے عشق میں گرفتار ہونے کے بعد اس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھتی ہے اور وہ اپنے منہ بولے شیر جوان بیٹے کو بے دردی کے ساتھ ہاتھی کے نیچے دلوا کر مار دیتا ہے۔ شاعر نے قصے میں بائی کے کردار کو ایک طوائفہ کے روپ میں پیش کیا ہے جس کے اندر مشرقی (وسیبی) عورت کی تمام تر خوبیاں موجود ہیں۔

اگر قصہ میں بائی کا کردار ایک طوائفہ کی بجائے کوئی دوسرا ہوتا تو یہ بھی سسی، سوہنی، اور مومل کی طرح امر ہو جاتا ہے۔ جب مصری خان کو بائی سے جدا کرنے کے لیے صید خان بہانے کے ساتھ اسے کوٹ کلو کی جنگ پر روانہ کرتا ہے تو اس موقع پر اس کے جذبات کا اظہار ملاحظہ کریں۔

کرو واع ہوچلیا مصری خان سوار
ڈ ٹھس جاند یاں ر نوں روپئی زارو زار
چڑھی بائی محل تے یار دے ڈیکھݨ کار
قہر و چھوڑا یار دا گھتیا رب قہار
(مصری: ص۲۰)

اکبر شاہ نے قصہ مصری میں کردار نگاری، منظر نگاری، جذبات نگاری اور زبان و بیان کے ساتھ ساتھ مکالمہ نگاری کو بھی خوب نبھایا ہے۔ جب ''بائی'' مصری خان کی محبت کو دل میں بسا کر بادشاہ کا گھر چھوڑ کے صید خان کے گھر پہنچتی ہے تو اسے یہاں پر مصری خان نظر نہیں آتا۔ وہ بیقراری کی کیفیت میں غلام کو مصری خان کے پاس بلانے کے لیے روانہ کرتی ہے۔ اس موقع پر مکالمہ نگاری کا انداز ملاحظہ کریں۔

آکھے بائی غلام نوں مصری نہ آیا گھر
ڈیرا مصری خان دا بچھدے گئے غلام
مصری آکھیا غلام نوں آکھ توں بائی جا

مصری کارݨ میں لٹایا ملک شاہی زر
تیرے کارݨ مصری بائی بے آرام
راہ شریعت چھوڑ کے ہویوں کیوں گمراہ
(مصری: ص۱۲)

ڈاکٹر مزمل حسین کے مطابق ''علم بدیع وہ علم ہے جس سے کلام میں ایسے لفظی اور معنی محاسن پیدا کیے جاتے ہیں جو مقتضائے حال ہوتے ہیں اور کلام میں لفظی و معنوی پیچیدگی کی بجائے ایک خوشگوار سا تاثر پیدا کرتے ہیں۔''(۱۴) اکبر شاہ کے قصہ مصری میں بھی صنائع لفظی و معنوی کا استعمال در آیا ہے۔
صنعتِ ایرادالمثل شعر میں کسی ضرب المثل کو اس طرح استعمال کرنا کہ کلام میں زور پیدا ہو جائے۔ (۱۵) سید اکبر شاہ کے قصہ میں باز مصرعے ضرب المثل کی سی صورت حال اختیار کر گئے ہیں۔ نمونہ ملاحظہ کریں

بازاں آگے مرغا بیاں کیا مریسن پر
رب دی ذات بہادراں تماشہ اکبر
(مصری: ص۷)

قصہ مصری میں صنعت ذواللسان، صنعت تلمیع، صنعت واسع الشفتین ، فوق النقاط، تحت النقاط،

وغیرہ کے ساتھ ساتھ تشبیہات واستعارات کا استعمال بھی خوبصورتی کے ساتھ دیکھنے پڑھنے کو ملتا ہے۔ اگرچہ یہ قصہ سرائیکی زبان میں ہے لیکن اس میں قرآنی آیات کا استعمال انگوٹھی میں نگینے کی طرح ہے۔

طٰہٰ مزمل یٰسین وڈا جیندا شان
بعبدہ لیلاً اس وچ شک نہ آن
(مصری: ص ۱)

صنعت تلمیح:

صاحباں موت قبولے چڑے بیل کھرل
پچھوں چل منصور نوں کھڑا سولی مل
(مصری: ص ۱۱)

تشبیہات کا استعمال دیکھیں

بائی محلوں نکلی جیویں چوڈ ویں داچن
ولول پیچ زلف دے کالے نانگ دا پھن

متھا صبح صادقاں نین مشال بلن
ابرو مثال کمان دے مثر گاں تیر چلن
(مصری: ۱۳)

مذکورہ خوبیوں کے ساتھ ساتھ اکبر شاہ کے قصہ مصری میں کہیں کہیں قافیہ ردیف اور روانی میں کمی جیسی خامیاں بھی موجود ملتی ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ قادر بخش، قصہ بائی، لاہور، جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز، س ن، ص ۷، ڈاکٹر شہباز ملک نے قادر بخش کے لکھے پنجابی قصہ بائی کا حوالہ کیٹلاگ برٹش میوزیم نمبر ۱۴۱۶۲، ایف-۹ درج کیا ہے۔ انہوں نے اس قصے کا ذکر داستان بائی و امر خان کے نام سے درج کیا ہے جبکہ ڈاکٹر ظفر مقبول کے مقالہ میں یہ نام بائی وامیر خان درج ہے۔
۲۔ ظفر مقبول، ڈاکٹر، انیویں صدی دی پنجابی قصہ کاری (تنقید تے تجزیہ)، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (پنجابی)، شعبہ پنجابی، اورینٹیل کالج پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۱۵۸
۳۔ شہباز ملک، ڈاکٹر مصری بائی احمد یار، مشمولہ، کھوج شمارہ نمبر ۱۱، ۱۲، ص ص ۸۹ تا ۱۰۲
۴۔ ناصر، نصراللہ خاں، ڈاکٹر، سرائیکی شاعری دا ارتقاء، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، ۲۰۰۷ء، ص ص ۴۰۳ تا ۴۰۴

۵۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، مصری بائی احمد یار، مذکورہ،

۶۔ قریشی، غلام حیدر شاہ، قصہ مصری بائی، ملتان شہر، ملتان، بحوالہ اُنیویں صدی دی پنجابی قصہ کاری (تنقید ت تجزیہ) از ڈاکٹر ظفر مقبول مقالہ برائے پی ایچ ڈی (پنجابی، شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۲۰۰۹ء، ص ص ۱۶۰، ۱۶۱

۷۔ ظفر مقبول، ڈاکٹر، انیویں صدی دی پنجابی قصہ کاری (تنقید تے تجزیہ)، مقالہ برائے پی ایچ ڈی (پنجابی)، مذکورہ، ص ۱۶۱

۸۔ شہباز ملک، ڈاکٹر، پنجابی کتابیات (جلد اول)، اسلام آباد، اکادمی ادبیات پاکستان، ۱۹۹۱ء، ص ۲۸

۹۔ ہاشمی، مخدوم خورشید احمد، حضرت مخدوم عبدالرشید حقانی، (مضمون) مشمولہ، وسیب سنگ روزنامہ خبریں، ملتان، ۱۷ جون ۲۰۱۳ء۔

۱۰۔ حسان الحیدری، میر، تاریخ ادبیات، مسلمانان پاک وہند، (جلد چودویں)، لاہور، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء۔ ص ۳۰۱۔

۱۱۔ اکبر شاہ، سید، قصہ مصری، ملتان، حافظ شمس الدین منور الدین، تاجران کتب، سن ن ج۔ ص ۲۸۔

۱۲۔ عابد، سید عابد علی، اصول انتقادِ ادبیات، لاہور، مجلس ترقی ادب (طبع دوم)، ۱۹۶۶، ص ۳۸۸

۱۳۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر ناول نگاری، لاہور، مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۶ء، ص ۳۰۔

۱۴۔ مزمل حسین، ڈاکٹر، اردو میں علم بیان و علم بدیع کے مباحث، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۰، ص ۱۱۳

۱۵۔ ایضاً، ص ۱۶۵